پیدا ہوتی ہے۔ شجاعت انسان کو تنگنائیوں سے نکال کر روحانیت سے آشنا کرتی ہے۔ یہ صرف ان لوگوں کے اندر پائی جاتی ہے۔ جن کے اندر روحانی بصیرت موجود ہو اور قوت ارادی مضبوط ہو۔ انہیں چیزوں کی وجہ سے انھیں معاشرہ میں امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ ذوق شجاعت بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے۔ عظیم کارنامے وہی حضرات انجام دیتے ہیں جو صفت شجاعت سے متصف ہوں۔

علی محمود طٰہ کو بہادروں سے خصوصی دلچسپی ہے۔ ان لوگوں کی اس نے تعریفیں کیں۔ اس نے مصر کے دو عظیم بہادروں کی موت پر مرثیے کہے اور ان پر رنج وغم کے آنسو بہائے۔ ایک ہی قصیدہ میں دونوں کی صفات بیان کی ہیں۔(۱)

انا من یغنی بالمصارع فی العلی ویثید بالالام والاحزان
ماذا وراء الدمع من امنیة او ماوراء النوح من نشدان
اصبحت ذا لقلب الحدید الذی فی الناس ذالک الشاعر الانسانی
ووهبت قلبی للغطار فللهوی شطر وللعلیاء شطر ثانی
وعشقت موت الخالدین وعفت من عمری حقارة کل یوم فانی
لولا الضحایا الباذلون دماءهم طوت الوجود غیابة النسیان (۲)

القصائد الروحانیة :

اس کی شاعری میں متصوفانہ جذبات وخیالات بھی ملتے ہیں۔ تصوف وعبادت سے وہ اعراض نہیں کرتا۔ یہ خیالات ونظریات اس کے قصیدہ " میلاد الشاعر" میں ملیں گے یہاں وہ ایک صوفی شاعر کی شکل میں نظر آتا ہے۔

ادخلوا الآن الیها المحسنونا جنة کنتم بها توعدونا
اجعلوها من البدائع زونا وامْلؤها من الجمال فنونا
املؤها فناً ولیس فتونا وانشروا الصفو فوقها والسکونا (۳)

---

(۱) محاضرات فی شعر علی محمود طٰہ ص: ۹۹ — ۱۰۰۔

(۲) علی محمود طٰہ شعر ودراسة ص: ۵۳۱ — ۵۳۲۔

(۳) ایضاً ص: ۶۳۲۔

القصائد الانسانیہ والقومیہ:

علی محمود طٰہٰ بہت ہی درد مند اور رحمدل انسان تھا۔ قومی خدمات کے جذبات اس کے اندر بہت تھے۔ وہ بہت ہی رقیق القلب اور غمگسار تھا۔ زندگی کے نشیب و فراز سے وہ بہت جلد متاثر ہوتا۔ اس کی شاعری میں ایک حصہ ایسا ہے کہ جس کا تعلق دوسروں کی تکالیف اور المناک واقعات سے ہے۔ اس طرح کے واقعات اس کے ذہن و قلب پر بڑے گہرے اثرات چھوڑتے۔

ان قصائد میں اس کا ایک شاندار قصیدہ ایک نابینا لڑکی سے متعلق ہے وہ نابینا لڑکی سارنگی کے ساتھ گاتی ہوئی اسے ایک محفل میں ملی۔ اس معذور لڑکی پر اسے بڑا ترس آیا۔ اس نے اس فرشتہ صفت لڑکی اور اس کے پژمردہ حسن کی بڑی اچھی عکاسی کی ہے۔ اس کی شعر گوئی کا یہ انداز قارئین کے لئے بڑا سبق آموز اور نصیحت آمیز ہے۔ نابینا لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ (۱)

خذی الازهار فی کفیک ... فاشواک فی نفسی
اذا ماذابت الانداء ... فوق الورق النضر
وصب العطر فی اکمام ... ابریق من التبر
دعوت عرائس الاحلام ... من عالمها السحری
تذیب اللحن فی جفنیک ... والاشجا صدری (۲)

(باقی آئندہ)

---

(۱) محاضرات فی شعر علی محمود طٰہٰ ص: ۱۱۳-۱۱۴۔

(۲) علی محمود طٰہٰ شعر و دراسہ ص: ۳۴۸

عہد مغلیہ یورپی سیاحوں کی نظر میں

(۱۵۸۰ء تا ۱۶۲۷ء)

قسط ۶

ڈاکٹر محمد عمر شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ

اُجین:

جس سرزمین میں یہ شہر واقع تھا وہ علاقہ مالوہ کہلاتا تھا۔ خوبصورت ایک شہر تھا۔ زیر زرخیز تھی اور کثرت سے افیون پیدا ہوتی تھی۔ یہاں کا ایک کوس انگریزی دو میل کے برابر مانا جاتا ہے۔

سارنگپور! یہ ایک بڑا شہر تھا، اس کے جنوب مغرب میں ایک قلعہ تھا۔ اس کے اندر بہت سے خوبصورت مکانات بنے ہوئے تھے۔ یہاں عمدہ پگڑیاں اور سوتی کپڑا بنایا جاتا تھا۔

سرونج! یہ ایک بہت بڑا شہر تھا۔ یہاں پان کے بہت سے باغات پائے جاتے تھے۔

ناروار: یہاں "ڈھلاؤ" پہاڑ کی چوٹی پر ایک قلعہ تھا۔ پتھری ایک راستہ اس کے چوٹی تک جاتا تھا۔ اس کے دروازے پر سپاہی پہرا دیتے تھے۔ وہ بادشاہ کی اجازت کے بنا کسی کو اندر داخل ہونے نہیں دیتے تھے۔ یہ شہر بہت بڑا اور خوبصورت تھا۔ پہاڑ کی چوٹی کی ایک وادی میں عجیب و غریب طریقے سے واقع ہونے کی وجہ سے "اوپر کی طرف سے بہت عمدہ معلوم ہوتا تھا" یہ چاروں طرف سے دیواروں سے گھرا ہوا تھا۔

گوالیار شہر اور قلعہ!

گوالیار ایک "خوشنما شہر تھا۔ فنچ کا کہنا ہے کہ" اس شہر کے مشرقی سمت وہ عمارت واقع

القصائد الانسانیہ والقومیہ:

علی محمود طٰہٰ بہت ہی درد مند اور رحمدل انسان تھا۔ قومی خدمات کے جذبات اس کے اندر بہت تھے۔ وہ بہت ہی رقیق القلب اور غمگسار تھا۔ زندگی کے نشیب و فراز سے وہ بہت جلد متاثر ہوتا۔ اس کی شاعری میں ایک حصہ ایسا ہے کہ جس کا تعلق دوسروں کی تکالیف اور المناک واقعات سے ہے۔ اس طرح کے واقعات اس کے ذہن و قلب پر بڑے گہرے اثرات چھوڑتے۔

ان قصائد میں اس کا ایک شاندار قصیدہ ایک نابینا لڑکی سے متعلق ہے وہ نابینا لڑکی سارنگی کے ساتھ گاتی ہوئی اسے ایک محفل میں ملی۔ اس معذور لڑکی پر اسے بڑا ترس آیا۔ اس نے اس فرشتہ صفت لڑکی اور اس کے پژمردہ حسن کی بڑی اچھی عکاسی کی ہے۔ اس کی شعر گوئی کا یہ انداز قارئین کے لئے بڑا سبق آموز اور نصیحت آمیز ہے۔ نابینا لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ (۱)

خذی الازهار فی کفیك ... فاشواك فی نفسی
اذا ماذابت الانداء ... فوق الورق النضر
وصب العطر فی اکمام ... ابریق من التبر
دعوت عرائس الاحلام ... من عالمها السحری
تذیب اللحن فی جفنیك ... والاشجان صدری (۲)

(باقی آئندہ)

---

(۱) محاضرات فی شعر علی محمود طٰہٰ ص: ۱۱۳-۱۱۴۔

(۲) علی محمود طٰہٰ شعر و دراسہ ص: ۳۴۸

عہد مغلیہ یورپی سیاحوں کی نظر میں

(۱۵۸۰ء تا ۱۶۲۷ء)

قسط (۶)

ڈاکٹر محمد عمر شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ

اُجین:

جس سرزمین میں یہ شہر واقع تھا وہ علاقہ مالوہ کہلاتا تھا۔ خوبصورت ایک شہر تھا۔ زمین زرخیز تھی اور کثرت سے افیون پیدا ہوتی تھی۔ یہاں کا ایک کوس انگریزی دو میل کے برابر مانا جاتا تھا۔

سارنگپور: یہ ایک بڑا شہر تھا۔ اس کے جنوب مغرب میں ایک قلعہ تھا۔ اس کے اندر بہت سے خوبصورت مکانات بنے ہوئے تھے۔ یہاں عمدہ پگڑیاں اور سوتی کپڑا بنایا جاتا تھا۔

سرونج: یہ ایک بہت بڑا شہر تھا۔ یہاں پان کے بہت سے باغات پائے جاتے تھے۔

ناروار: یہاں "ڈھلاؤ" پہاڑ کی چوٹی پر ایک قلعہ تھا۔ پتھری ایک راستہ اس کے چوٹی تک جاتا تھا۔ اس کے دروازے پر سپاہی پہرا دیتے تھے۔ وہ بادشاہ کی اجازت کے بنا کسی کو اندر داخل ہونے نہیں دیتے تھے۔ یہ شہر بہت بڑا اور خوبصورت تھا۔ پہاڑ کی چوٹی کی ایک وادی پر عجیب و غریب طریقے سے واقع ہونے کی وجہ سے "اوپر کی طرف سے بہت عمدہ معلوم ہوتا تھا" یہ چاروں طرف سے دیواروں سے گھرا ہوا تھا۔

گوالیار شہر اور قلعہ:

گوالیار ایک "خوشنما شہر" تھا۔ فنچ کا کہنا ہے کہ "اس شہر کے مشرقی سمت وہ عمارت واقع

جس میں طرح طرح کے بڑے لوگ دفنائے گئے ہیں "اس کے مغرب میں قلعہ واقع تھا جس کے چاروں طرف مضبوط دیوار بنی ہوئی تھی اور یہ قلعہ شہر کے سامنے واقع تھا۔ وہاں سخت پہرہ تھا۔ بلا اجازت نامے کے کسی کو اندر داخل نہیں ہونے دیا جاتا تھا۔ ایک پتھری راستہ، جس کے دونوں طرف دیواریں کھڑی تھیں، قلعہ کے اوپر تک جاتا تھا۔ اس کے دروازے پر پتھر کا بنا ہوا ایک ہاتھی کھڑا تھا۔ یہ دروازہ بھی بہت پرشکوہ تھا۔ اس کی دیوار میں نیلے اور ہرے پتھر جڑے ہوئے تھے۔ ہر شخص کو قلعہ کے اندر ایک اچھا میدان، چار تالاب اور بہت سی عمدہ عمارتیں نظر آتی تھیں۔

شہر کے شمال مغرب میں پتھر کی دیواروں سے گھرے ہوئے بہت سے وسیع سبزہ زار تھے۔ ان میں باغات اور تفریح گاہیں تھیں۔ جنگ کے زمانے میں انہیں بطور اصطبل استعمال کیا جاتا تھا۔

فتحپور سیکری:

اکبر کے شاندار دارالخلافہ کا اس سیاح نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: "ان تمام کھنڈرات کے وسط میں ویران ایک ریگستان واقع ہے۔ اور رات کو اس میں سے گذرنا بہت خطرناک ہے بلا سکون کے عمارتیں ویران پڑی ہیں۔ وہاں کی بہت سی زمین میں باغات لگا دیئے گئے ہیں اور بہت سی زمین میں نیل اور دوسرے اناج پیدا کئے جاتے تھے۔ کوئی آدمی وہاں کھڑے ہو کر یہ بات بڑی مشکل سے سوچ سکتا تھا کہ وہ ایک شہر کے وسط میں کھڑا تھا۔ وہاں کی مشہور جامع مسجد کے بارے میں اس نے یہ لکھا ہے کہ "اس کے "مشرقی" سمت یہ عمدہ ترین مسجد واقع تھی"۔ بلند دروازہ کا ذکر اس نے اس طرح کیا ہے۔ (میرا خیال ہے) کہ "ساری دنیا میں یہ سب سے زیادہ اونچا دروازہ ہے"۔

آگرہ:

آگرہ شہر، وسیع اور بہت آباد ہے جسکی آبادی کا اندازہ کرنا ممکن نہ تھا۔ اس کی گلیوں میں اتنی بھیڑ تھی کہ کوئی شخص بآسانی گذر نہیں سکتا تھا۔ وہاں کی گلیاں بہت تنگ اور گندی تھیں سوائے بازار کی بڑی سڑک کے: جو بڑی اور عمدہ تھی۔ یہ شہر نصف ایک قمر کی شکل میں آباد تھا۔ امیروں کے مکانات کیوجہ سے ندی کے کنارے کی آبادی گنجان تھی۔ مشرق کی "قابل تعریف"

اور شاندار ترین عمارتوں میں اس قلعہ کا شمار ہوتا تھا۔ یہ حصار پتھر کی ایک مضبوط دیوار سے محصور تھا۔ مئی اور جون کے مہینوں میں اس شہر میں آگ لگنے کے کئی واقعات پیش آجاتے تھے۔ اور دن اور رات کو آگ کا زور دیکھا جا سکتا تھا۔ لہذا بہت سی عورتیں اور بچے اس آگ کی نذر ہو جاتے تھے اور بڑی ایک تعداد میں جل کر جانور مر جاتے تھے اور جل کر خاک ہو جاتے تھے۔ آگرہ کے قریب واقع تالاب سنگھاڑے کی بیلوں سے پُر تھے۔ سنگھارہ، ہرے، نرم اور ملائم، (اندر) سے سفید اور ذائقے میں مخلوط المزا اور ان کا اثر بہت ٹھنڈا ہوتا تھا۔

لاہور:

مشرق کے سب سے بڑے شہروں میں فنچ نے لاہور کا شمار کیا ہے۔ اس شہر میں واقع حصار چاروں طرف سے اینٹ کی ایک مضبوط دیوار سے گھرا ہوا تھا۔ اس میں ۱۲ دروازے تھے، ۹ خشکی کی طرف اور ۳ ندی کی طرف۔ وہاں کے باشندے زیادہ تر بنیا اور دستکار تھے۔ اس نے لکھا ہے کہ "تمام اہم سفید فام لوگ" شہر کے نواح میں رہتے تھے۔ اینٹوں کی بنی ہوئی اس کی عمارتیں عمدہ اور اونچی تھیں جن میں عجیب و غریب کھڑکیاں تھیں۔ وہ اس طرح کی بنی ہوئی تھیں کہ باہری طرف سے گذرنے والا راہ گیر اندر کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا۔

(۳) بادشاہ۔ اس کے ذاتی حالات

آگرہ کا شاہی محل: آگرہ کے قلعہ کا فنچ نے جزوی اور کلی طور پر کیا ہے۔ جہاں بادشاہ کی رہائش تھی۔ اس نے لکھا ہے کہ اس قلعہ کے چار دروازے تھے۔ ایک شمال میں واقع تھا جبکہ دوسرا بازار کے مغرب میں واقع تھا جو کچہری دروازے کے نام سے موسوم تھا۔ اس کے اندر حاضری لگنے جانے کی کچہری تھی۔ جہاں تین گھنٹے صبح لگانوں، زمینوں کے دینے، زمینوں، فرمانوں اور قرضوں وغیرہ کے بارے میں کام ہوتا تھا۔ ان دونوں دروازوں کے آگے تیسرا دروازہ تھا جس کے سامنے اس نے دو راجاؤں کے مجسمے کھڑا کروا دیئے تھے۔ وہاں سے گذر کر وہاں جانے والا ایک بڑی گلی

ں داخل ہوتا تھا جس کے ساتھ ساتھ دونوں طرف مکانات اور اسلحہ خانے تھے۔ اس سڑک کے سرے پر ایک دوسرا دروازہ تھا جو شہنشاہ کے دربار تک جاتا تھا۔ اس دروازے پر ہمیشہ زنجیریں بندھی رہتی تھیں۔ بادشاہ اور اس کے بچوں کے علاوہ کوئی بڑا آدمی وہاں نہیں اترتا تھا: یہ دروازہ جنوب میں واقع تھا اور اکبری دروازہ کہلاتا تھا۔ اس دروازہ کے اندر چوک قع تھی جہاں چوبیسوں گھنٹے سیکڑوں رنڈیاں رہتی تھیں۔ یہ کہ "تاکہ وہ اس بات کے لئے تیار ہیں کہ نہ جانے کب بادشاہ یا اسکی بیگمات انھیں اپنے محل میں رقص یا گانے کے لئے بلالیں" ایک ور دروازہ ندی کی طرف واقع تھا۔ اور وہ "درشنی" دروازے کے نام سے موسوم تھا جہاں سے دشاہ نکلتا ہوا سورج دیکھا کرتا تھا اور امیروں کی طرف سے تسلیمات قبول کیا کرتا تھا۔ دوپہر و روزانہ وہ ہاتھیوں، شیروں اور بھینسوں وغیرہ کی جنگوں کا تماشا دیکھا کرتا تھا۔

تیسرے دروازے سے گذرنے کے بعد ایک وسیع دربار ملتا تھا۔ جہاں آتش خانہ تھا۔ س آتش خانہ کے چاروں طرف سپہ سالار رہتے تھے جو اپنے "عہدوں کے مطابق وہاں سات نوں تک چوکی قائم کرتے تھے"۔ اس کے تھوڑے اور آگے کٹہرہ دار ایک دربار تھا جہاں اہادیوں فوجی گھوڑسوار دستے) کے علاوہ کسی اور کے جانے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ اس سے گذر کر کوئی شخص کٹہرہ دار ایک چھوٹے دربار میں پہونچتا تھا جس کے اوپر ایک شامیانہ لگا ہوتا تھا۔ ہاں "اوپر" ایک "دالان" تھا جہاں شاہی کرسی پر بادشاہ جلوہ افروز ہوتا تھا۔ اس کرسی کے اہنی طرف عیسیٰ مسیح اور اس کے بائیں سمت کنواری مریم عذرا کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ چہل سدی سوار کے "منصبدار" سے کم منصب والے کو اس کٹہرہ دار دربار میں داخل ہونے کی جازت نہ ہوتی تھی"۔ اس دربار خاص کے آگے کی سمت سونے کی گھنٹیاں لٹکی ہوتی تھیں"۔

لاہور کا محل، آکاش دیا اور دیوار پر پچی کاری؛

آگرہ کے مقابلے میں لاہور کے محل کا زیادہ وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے۔ محل کی دیواروں کے FERESCDSS کا بیان بہت دلچسپ ہے۔ ایک کمرہ جس کا اس نے ذکر کیا ہے وہ بادشاہ کے سونے کے کمرے میں تھی۔ وہاں جہانگیر پلتھی مار کر تخت پر بیٹھا کرتا تھا۔ اس کے دائیں سمت